بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت نعمانی

برصغیر کے علماء اور اُنکی خدمات

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَحَمَلَۃِ مِلَّتِہٖ وَاَوۡلِیَآءِ
اُمَّتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ؕ ۔ اَمَّا بَعۡدُ ۔

اللہ جل شانہ کی آخری کتاب جو اس نے اپنے حبیب پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی اور جو عالم انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے ۔ یعنی قرآن مجید ۔ سب جانتے ہیں کہ اس وحی ربانی کا آغاز سورۃ "العلق" کے نزول سے ہوا ۔ جس کی ابتداء ہی ان مبارک الفاظ میں ہوتی ہے ۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ خَلَقَ
الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ
الۡاَکۡرَمُ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ
مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ

یعنی اللہ کی صفت خالقیت اور ربوبیت کے بعد سب سے پہلے انسان کو اس کی جس صفت سے روشناس کرایا گیا وہ صفت تعلیم ہے ۔ اللہ جل ذکرہ نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا اور اس سکھانے کا ذریعہ قلم کو بنایا ۔ انسان اور حیوان میں اگر فرق ہے تو اسی تعلم کا ہے ۔ تمام حیوانات ماں کے پیٹ سے جو کچھ سیکھ کر آتے ہیں مرتے دم تک پھر اس میں اضافہ نہیں ہوتا ۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے قلم کے ذریعہ وہ تعلیم دی ہے کہ برابر اس کی معلومات میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن پاک میں جس دعا کی ہدایت کی گئی ہے وہ رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ہے ۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ نے بھی اپنا تعارف انھیں لفظوں میں فرمایا ہے کہ اِنَّمَا بُعِثۡتُ مُعَلِّمًا (میں تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں) ہاں یہ ضرور ہے کہ مطلوب و محمود علم علم نافع ۔ ادعیہ مسنونہ میں جہاں یہ آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم نافع کی دعا مانگی ہے ۔ چنانچہ آپ کی دعا کے الفاظ ہیں ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا — اے اللہ میں تجھ سے علم نافع کو مانگتا ہوں

اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَ عَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ — اے اللہ جو تونے مجھے سکھایا ہے اس سے مجھے نفع دے اور جو مجھے نفع بخشے اسی کی مجھے تعلیم دے

وہیں حدیث میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ — اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے

غرض یہ ہے کہ جس امت کو آغاز وحی ہی میں تعلیم کی اہمیت سے روشناس کرایا گیا۔ اور جس کے نبی نے ہمیشہ علم نافع کی تحصیل پر امت کو متوجہ کیا۔ اس امت کو علم نافع سے جو قدرتی لگاؤ اور تعلق ہونا چاہئیے وہ محتاج بیان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کے قدم جس خطہ زمین پر جم گئے وہ علم نافع کی ضیاء پاشیوں سے بقعۂ نور بن گیا۔ دنیا میں جہاں جہاں اسلام پھلا پھولا ہے وہاں کی تاریخ کا ہر ورق ہمارے اس دعوے کا شاہد عدل ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ برصغیر ہندو پاک میں مسلمانوں کے علمی کارناموں پر نظر ڈالئے۔ یہاں کے اہل علم نے علوم وفنون کی کونسی شاخ ہے جسمیں قابل قدر خدمات انجام نہ دی ہوں۔

مورخین میں باہم اختلاف ہے کہ سب سے پہلے اسلام میں کس نے تصنیف کی بعض اس سلسلہ میں اولیت کا سہرا امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی المتوفی ۱۵۰ھ کے سر رکھتے ہیں۔ اور بعض حافظ سعید بن ابی عروبۃ البصری المتوفی ۱۵۶ھ کے۔ چنانچہ محدث خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ نے اس سلسلہ میں ان ہی دونوں حضرات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن خطیب سے بھی ایک سو سال پہلے حافظ ابو محمد حسن بن خلاد رامہرمزی (المتوفی بعد ۳۶۰ھ) جنہوں نے فن اصول حدیث پر سب سے پہلے ایک مفصل اور مبسوط کتاب المحدث الفاصل بین الراوی والواعی نامی لکھی ہے محدث ربیع بن صبیح المتوفی ۱۶۰ھ کی بابت یہی تصریح کر چکے ہیں۔ یہ ربیع بن صبیح کون ہیں شیخ محدث محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار نے اپنی کتاب المغنی فی ضبط الاسماء میں لفظ "صَبِیْح" کا ضبط بیان کرتے ہوئے ان کے متعلق یہ مختصر سے دو جملے لکھے ہیں جن سے ان کا پورا پورا تعارف ہو جاتا ہے "ھو ابو حفص سمع الحسن وعنہ الثوری مات بالسند" یعنی یہ امام حسن بصری کے شاگرد اور امام سفیان ثوری کے استاد ہیں اور سندھ کی خاک میں آسودہ ہیں۔ فن رجال کے عالم جانتے ہیں کہ ان ہی دو لفظوں میں ان کی عظمت کی تصویر آنکھوں کے سامنے آگئی۔ کتب اسماء الرجال میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ اسلام کے ابتدائی

دور کے مشہور مصنفین۔

"سفیان ابن عیینہ، امام مالک، عبداللہ بن وہب، معمر، عبدالرزاق، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ہشیم اور عبداللہ بن مبارک ان سب حضرات نے ان ہی کے بعد اپنی اپنی تصنیفات قلمبند کی ہیں"[1]

یہ وہ دور ہے کہ جب مصنفین اسلام کے پیش نظر قرآن و حدیث کی بنیادی تعلیمات کا انضباط اور اس کے معانی کی تدوین تھی یعنی علوم آلیہ یعنی لغت نحو و صرف و بلاغت وغیرہ کی تدوین اسکے بعد عمل میں آئی ہے۔

اسی دور میں ایک اور سندھی عالم ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی بھی گذرے ہیں جن کی وفات ۱۷۰ھ میں دارالخلافہ بغداد میں ہوئی اور خود امیرالمومنین ہارون الرشید نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔ یہ علم حدیث کے حافظ اور مغازی و سیر کے امام ہیں۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی کتابِ المغازی کا ذکر کیا ہے۔

بلکہ ان سے بھی پہلے امام مکحول شامی کی نسبت جن کا شمار کبار تابعین میں ہے اور جو امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی دونوں کے استاذ ہیں۔ ان کے متعلق حافظ ابن حبان کی کتاب الثقات میں ہم کو یہ تصریح ملتی ہے کہ مکحول بن عبداللہ ابو عبداللہ کان سندیا[2] امام مکحول کا سنہ وفات ۱۱۳ ہے۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں ان کا ذکر فقہاء المحدثین واصحاب الحدیث کے زیر عنوان کیا ہے اور ان کی تالیفات میں یہ دو کتابیں ذکر کی ہیں ۱ کتاب السنن فی الفقہ اور ۲ کتاب المسائل فی الفقہ۔ ابن ندیم کی مذکورہ بالا تصریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کے پہلے مصنفین کے سلسلہ میں خطیب بغدادی اور رامہرمزی نے جن لوگوں کے نام لئے ہیں ان کا تعلق خود ان کی معلومات کی حد تک ہے ورنہ اسلام میں تصنیف کا آغاز ان حضرات سے بھی پہلے ہو چکا تھا۔ اس سلسلہ میں بعض تفصیلات ہم نے اپنی کتاب "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" میں ذکر کی ہیں۔

شعر و عربیت کے لحاظ سے ابو عطاء السندی کا جو مقام ہے اس سے ادب کا ہر وہ طالب علم جس نے ابو تمام کی کتاب الحماسہ کا مطالعہ کیا ہے، واقف ہے۔ دیوان الحماسہ میں جابجا اس کے اشعار کا انتخاب موجود ہے۔ ابو عطاء کا شمار مخضرمی الدولتین میں ہے۔ کیونکہ اس نے خلافت اموی و عباسی

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ کشف الظنون، فصل رابع، اشارہ ثالثہ [2] مقدمہ تنسیق النظام فی مسند الامام ص۸۵

دونوں کا زمانہ پایا ہے اور اموی و ہاشمی دونوں خلفاء کی مدح کی ہے۔ ابو عطاء سندی کا انتقال سنہ ۱۸۰ھ میں ہوا ہے۔ مورخ ابن شاکر کتبی نے فوات الوفیات میں اس کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ بعد کے دَور میں سرزمین سندھ سے بڑے بڑے علماء فقہاء اور حفاظِ حدیث نکلے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں الدیبلی کے ضمن میں کیا ہے۔ جن حضرات کو ان مشاہیر اہلِ علم کا تفصیل سے جائزہ لینا ہو وہ مولانا سید عبدالحی لکھنوی کی مشہور کتاب نزہتہ الخواطر کی جلد اول اور اطہر مبارک پوری کی "رجال السند و الہند" کا اس سلسلہ میں مطالعہ فرمائیں۔ یہ دونوں کتابیں اس موضوع کی جامع ترین کتابیں ہیں۔

تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ابتدائی چند صدیوں میں برصغیر ہند و پاک کو علمی حیثیت سے یہ مقام حاصل نہ ہو سکا کہ جس طرح اور بلادِ اسلامیہ کی طرف اس زمانے میں تشنگانِ علم نبوی تحصیلِ علم کی غرض سے سفر کیا کرتے تھے۔ اس کی طرف بھی کرتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ محدثین اور اربابِ روایت نے جس طرح ان شہروں کی تاریخ میں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ کہ جہاں حدیث و روایت کا غیر معمولی چرچا تھا اور حفاظ و مسندین اور مشاہیر اہلِ علم کی کثیر تعداد وہاں موجود تھی اور اس لئے لوگ دور و دراز کا سفر کر کے سماعِ حدیث کے لئے وہاں پہنچتے تھے۔ اس طرح ہند و سند کی تاریخ پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔ اور یہ سب اِس لئے ہوا کہ اِس دَور میں برصغیر کی وہ علمی حیثیت نہ تھی جو اس زمانے میں دیگر ممالک عجم، فارس، خراسان اور ماوراء النہر کی تھی۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد پہلی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ شروع شروع میں ان کے قدم سندھ اور ملتان کے حدود سے آگے نہ بڑھے پھر ایک زمانہ تک سندھ مرکز سے کٹا رہا اور ملتان میں باطنیوں کا اقتدار قائم ہو گیا۔ سنہ ۳۹۱ھ سے سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کی توجہ غزوہ ہند کی طرف ہوئی اور رفتہ رفتہ ہندوستان کا مغربی حصہ اسلام کے زیرِ اثر آتا چلا گیا۔ ۵۸۸ھ میں شہاب الدین محمد غوری نے اجمیر کو فتح کیا۔ اس وقت تک ہندوستان سلطنت غزنی کے تابع تھا۔ شہاب الدین غوری کے بعد قطب الدین ایبک نے سنہ ۵۸۹ھ میں لاہور کی بجائے دلی کو ہند کا دار السلطنت قرار دیا۔ اور اس وقت سے لے کر سنہ ۱۲۷۳ھ تک ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار کا پرچم لہراتا رہا۔ دلّی کے دار السلطنت ہونے کے بعد یہاں مسلمانوں کے قدم جم گئے۔ اور اس سرزمین اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ اس عرصہ میں سرزمین ہند و پاک سے کیسے کیسے نامی وگرامی علماء اٹھے انھوں نے کیا کیا علمی خدمات انجام دیں۔ مدارس کے قیام کی کیا صورت رہی۔ نصابِ تعلیم کیا کیا رہا۔ تعلیم و تربیت کا نظام کس اصول پر چلتا رہا۔ کیسی کیسی بیش قیمت تصانیف مختلف علوم و فنون میں مدون ہوتی رہیں۔ ان میں سے ہر ایک پر تفصیل سے گفتگو کرنے کے لئے دفتر

کے وفتر درکار ہیں اور خدا کا شکر ہے کہ ہمارے علماء نے ان میں سے ہر ایک موضوع پر بڑی ضخیم کتابیں تیار کردی ہیں۔ چنانچہ مولانا سید عبدالحئی حسنی لکھنوی ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء المتوفی ۱۳۴۱ھ نے آٹھ ضخیم جلدوں میں عربی زبان کے اندر یہاں کے علماء کا ایک بسوط تذکرہ لکھا ہے جس کا نام ہے نزھۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر اس کتاب کی سات جلدیں اب تک دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ خدا کرے کہ آٹھویں جلد بھی جلد طبع ہو کر منظر عام پر آجائے۔ اس کتاب میں ساڑھے چار ہزار سے زائد مشتر کہ ہندوستان کے اعیان و علماء کا تذکرہ ہے۔ جو اردو فارسی عربی کی تین سو قلمی اور مطبوعہ کتابوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ اور یہ صرف ایک فردِ واحد کی تنہا کوشش ہے۔ جس میں ظاہر ہے کہ اضافہ کی بڑی گنجائش ہے۔ لیکن اس پر اضافہ کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے بڑے گہرے مطالعہ اور وسیع معلومات کی ضرورت ہے۔ مصنف مرحوم کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر عبدالعلی صاحب نے جو نہایت متقی عالم تھے اور علمِ حدیث میں حافظ عصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ اس کتاب پر جو قیمتی پیش لفظ الھند و مکانتھا فی تاریخ الاسلام کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس میں فاتحین و غزاۃ، و اعیان حق مصلحین امت، اہل ورع و زہد، خادمانِ دین، صاحب دلان قوی تاثیر، علماء راسخین، محدثین کرام، اربابِ معارف و اسرار، صاحبانِ توحید وجودی، محققین لغت و عربیت، ماہرانِ فنون حکمیہ و علوم عقلیہ، عالمانِ ریاضی و ہیئت و نجوم، مدرسین و اہل افادہ، حاملانِ غیرتِ دینی، قوی الحافظہ، وسیع الاطلاع، سرعتِ تالیف و کثرتِ تصنیفات میں ممتاز، مورخین، نکتہ سنجان بلاغت، عربی فارسی اور اردو کے نامی گرامی شعراء، بادشاہانِ دیندار، امراء نیک کردار، مخدرات اہل فضل ان میں سے ہر عنوان کے تحت اس شعبہ کے سربرآوردہ افراد کو نام بنام گنایا ہے۔

اور یہاں کی تصنیفات کے تفصیلی حالات میں انہیں مولانا عبدالحئی صاحب کی ایک دوسری قیمتی کتاب ہے جس کا اصل نام ہے معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف آٹھ سال کے قریب ہوئے کہ دمشق سے المجمع العلمی العربی نے اس کتاب کو الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند کے نام سے طبع کر کے شائع کر دیا ہے۔ مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں اولاً یہاں کے نظامِ درس کی عہد بعہد کی تاریخ لکھی ہے۔ پھر فنون ادبیہ، نحو، صرف، اشتقاق، لغت، عروض، قافیہ، انشاء، شعر، تاریخ اور جغرافیہ کے سلسلہ میں جتنی تصنیفات یہاں ہوئی ہیں ان کو نام بنام گنایا ہے۔ پھر دینی و شرعی علوم فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف اور کلام کی تاریخ لکھ کر ان کی تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ پھر فنون عقلیہ آداب البحث، منطق، طبیعات، الہیات، حکمت عملیہ، ریاضی اور طب کی تصانیف کا بیان اور ان کی تاریخ لکھی۔ اخیر میں

شعر و شعراء کی تاریخ اور ان کی تصنیفات کا بیان ہے۔

یہاں کے مدارس کی تاریخ پر اردو زبان میں مولانا ابو الحسنات ندوی مرحوم کی ایک نہایت عمدہ کتاب عرصہ ہوا کہ دار المصنفین اعظم گڑھ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے "ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں" اس کتاب میں مصنف مرحوم نے غزنوی دور سے لے کر مغلوں کے عہد تک کے اُن تمام مشہور مدارس کا ذکر کر دیا ہے۔ جن کی ان کو اطلاع ہو سکی۔ اور یہاں کے نظام تعلیم و تربیت پر مولانا مناظر احسن گیلانی نے دو ضخیم جلدوں میں نہایت ہی نفیس کتاب سپرد قلم کی ہے۔ جو ندوۃ المصنفین سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب اس سلسلہ میں نہایت ہی نادر معلومات کا گنجینہ ہے۔ اور اس میں بہت سے ان تاریخی حقائق کا انکشاف ہے کہ جن کی طرف اب تک ہمارے مورخین نے توجہ نہ دی تھی۔

تفسیر و اصول تفسیر

اس مختصر مقالہ میں برصغیر کے علمی کارناموں کے متعلق بجز اس کے کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ ان نہایت اہم علمی خدمات کی طرف ایک سرسری سا اشارہ کر دیا جائے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے علوم دینیہ کو لیتے ہیں۔ علم التفسیر میں یہاں اگرچہ بڑا کام ہوا۔ شیخ نعمت اللہ ابن عطاء اللہ نارنولی المتوفی ۱۰۷۰ھ اور مولانا جعفر بن جعفر گجراتی نے تفسیر جلالین کے طرز پر اور سید محمد گیسو دراز نے کشاف کے تتبع پر تفسیریں لکھیں۔ لیکن خاص طور پر قابلِ ذکر یہ چار تفسیریں ہیں۔

(۱) البحر المواج از قاضی شہاب الدین دولت آبادی یہ تفسیر فارسی زبان میں چار ضخیم جلدوں میں ہے۔ اسکی پہلی جلد مطبع نول کشور لکھنؤ میں طبع ہو چکی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور میں موجود ہے۔ یہ بڑی جامع تفسیر ہے۔ جس میں تراکیب نحویہ اور وجوہ فصل و وصل وغیرہ کے بیان پر خصوصی اعتناء کیا گیا ہے۔ شیخ منور بن عبد المجید لاہوری نے قاضی صاحب کے اس کارنامے کو عربی میں بھی منتقل کر دیا ہے۔

(۲) تیسیر المنان و تبیین المنان فی تفسیر القرآن از مخدوم علی مہائمی (المتوفی ۸۳۵ھ) یہ حسن انشاء ابراز لطائف اور ربط آیات کے بیان میں یکتا کتاب ہے۔ مصر سے دو جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

(۳) تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ تفسیر ندوۃ المصنفین دہلی سے دس جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ نکات تصوف اور فقہی مباحث جس جامعیت کے ساتھ اس کتاب میں ہیں اور تفسیروں میں نہیں پائے جاتے۔

(۴) تفسیر فتح العزیز از شاہ عبد العزیز صاحب محدث دھلوی۔ یہ تفسیر اگرچہ مکمل نہیں بلکہ شروع میں صرف سورہ بقرہ کی آیت وان تصوموا خیر لکم پر ختم ہو جاتی ہے۔ اور اخیر میں صرف دو پاروں کی تفسیر ہے۔ مگر حسن بیان اور نکات تفسیری کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے۔

یہ چاروں تفسیریں اپنے اپنے اعتبار سے اس قدر اہم اور مفید ہیں کہ عالم اسلام کی بہترین تفاسیر کے مقابلہ میں ان کو رکھا جاسکتا ہے۔

اصول تفسیر میں شاہ ولی اللہ صاحب کی الفوز الکبیر فی اصول التفسیر کے مقابلہ میں عالم اسلام کے تمام تصنیفی ذخیرہ میں سے کوئی کتاب نہیں پیش کی جاسکتی۔ الفوز الکبیر کا عربی میں بھی ترجمہ ہوگیا ہے جو نہایت متداول ہے۔ قاضی بیضاوی کی تفسیر پر اگرچہ یہاں کے متعدد اہل علم نے حواشی لکھے ہیں لیکن ان سب میں اہم ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ ہے جو نہایت مقبول و متداول ہے۔ اور زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کا انڈیکس بھی نجوم الفرقان کے نام سے سب سے پہلے ہندوستان ہی میں مرتب ہوا ہے۔ جو عالمگیر کے بیٹے شہزادہ اعظم کی فرمائش پر تیار کیا گیا تھا۔ یہ انڈیکس بہت عرصہ ہوا کہ مدراس میں اور اس سے پہلے غالباً دہلی یا لکھنؤ کے کسی مطبع میں طبع ہو چکا ہے۔ ہم نے اسکا نسخہ مدرسہ مظاہر العلوم کے کتب خانہ میں دیکھا تھا۔

حدیث و اصول حدیث علم حدیث کا مشہور متن مشارق الانوار جس پر عرب و عجم کے بہت سے علماء نے شرحیں لکھی ہیں وہ امام حسن صنعانی لاہوری (المتوفی ۶۵۰ھ) کی تصنیف ہے واضح رہے کہ یہ کتاب ایک زمانہ تک داخل درس رہی ہے اور لوگ یوں سمجھا کرتے تھے کہ جس نے مشارق الانوار امام صنعانی اور مصابیح السنہ امام بغوی پر عبور کرلیا وہ محدث بن گیا۔

دوسرا کارنامہ علامہ متقی المتوفی ۹۷۵ھ کی مشہور کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ہے جس کو علم حدیث کا دائرۃ المعارف خیال کیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں شیخ موصوف نے امام سیوطی کی جامع صغیر، زوائد جامع صغیر اور جمع الجوامع کی تمام احادیث کو جو حروف تہجی پر مرتب تھیں ابواب فقہیہ پر مرتب کر دیا ہے۔ جمع الجوامع کے بارے میں امام سیوطی کا دعویٰ تھا کہ انھوں نے اس کتاب میں تمام احادیث نبویہ کا احاطہ کرلیا ہے۔ کنز العمال کے متعلق شیخ ابوالحسن بکری شافعی کا مشہور مقولہ ہے۔

للسیوطی منۃ علی العالمین وللمتقی منۃ علیہ۔

امام سیوطی کا احسان تو سارے عالم پر ہے اور متقی کا احسان خود سیوطی پر ہے۔

کنز العمال عرصہ ہوا کہ بڑی تقطیع کی آٹھ ضخیم جلدوں میں جو نہایت باریک ٹائپ میں ہیں حیدرآباد دکن سے طبع ہوکر شائع ہو چکی ہے اور اب اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہو رہا ہے۔ شیخ علی متقی نے کنز العمال کا منتخب بھی تیار کیا تھا۔ جو چھ جلدوں میں مسند امام احمد کے حاشیہ پر طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے۔

اسی دور کے ایک اور نامور محدث جو شیخ علی متقی ہی کے ساختہ و پرداختہ ہیں۔ محدث محمد طاہر پٹنی حنفی المتوفی ۹۸۶ھ ہیں۔ جن کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دھلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں

"در علم حدیث تو الیف جمع کرد، از انجملہ کتابیست متکفل شرح صحاح ستہ مسمی بمجمع البحار، و رسالۂ دیگر مختصر مسمی بمغنی تصحیح اسماء رجال کردہ بے تعرض بہ بیان احوال بغایت مختصر و مفید۔"

سچ یہ ہے کہ پورے اسلامی لٹریچر میں شرح غریب الحدیث پر مجمع البحار سے زیادہ جامع کتاب اس وقت نہیں مل سکتی۔ محدث پٹنی کی ایک اور اہم کتاب تذکرۃ الموضوعات اور اس کا ذیل قانون الموضوعات والضعفاء جن کا موضوع ان کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ احادیث موضوعہ کے بیان میں عرصہ ہوا مصر سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ محدث پٹنی کی تذکرۃ الموضوعات اس موضوع پر ملا علی قاری اور قاضی شوکانی کی کتابوں سے زیادہ مفید اور زیادہ مفصل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دھلوی اور ان کی اولاد و احفاد نے اس ملک میں علم حدیث کی درساً و تصنیفاً جو خدمت کی ہے۔ اس کا تو اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی سنہ ۱۰۰۰ھ ہجری میں جب حجاز مقدس سے علم حدیث کی تکمیل کر کے دلی آئے تو ان کی ذات بابرکات سے اس برصغیر میں علم حدیث کی بڑی اشاعت ہوئی۔ شیخ ممدوح کی وفات ۱۰۵۲ھ میں ہوئی ہے۔ اور انھوں نے باون برس کی یہ طویل مدت یہاں علم حدیث کی تدریس و تصنیف اور اس کی نشر و اشاعت ہی میں گذاری ہے۔ ہندوستان کے تمام نامور علمی خانوادوں کا سلسلہ تلمذ علم حدیث میں شیخ تک منتہی ہوتا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کا سلسلہ سند بواسطہ شیخ ابو طاہر کردی عن الشیخ عبداللہ اللاہوری عن عبداللہ اللبیب عن ابیہ ملا عبدالحکیم السیالکوٹی آپ تک پہنچتا ہے۔ اور ملا نظام الدین سہالوی بانی درس نظامیہ جن سے علماء فرنگی محل کا سلسلہ چلتا ہے۔ صرف دو واسطوں سے علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں کیونکہ انھوں نے حدیث شاہ پیر محمد لکھنوی المتوفی ۱۰۸۰ھ سے پڑھی ہے اور شاہ پیر محمد نے شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق سے جو اپنے والد کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی کی لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جو مشکوٰۃ کی تمام شرحوں میں نہایت عمدہ شرح ہے۔ افسوس کہ اب تک زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکی۔ حالانکہ بعد کے تمام شارحین حدیث نے ان کی اس کتاب سے اپنی تالیفات میں استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح شیخ کی دوسری کتاب شرح سفر السعادت اپنے موضوع پر وہ بہترین کتاب ہے۔ کہ جس کی نظیر سارے متداول اسلامی لٹریچر میں بجز ابن القیم کی زاد المعاد کے پیش نہیں کی جا سکتی، سیرت پر شیخ کی مشہور تصنیف مدارج النبوۃ کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی نے عجالہ نافعہ میں لکھا ہے۔ کہ۔

"مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دھلوی و سیرت شامیہ و مواہب لدنیہ مبسوط ترین سیر تہا اند"۔

اور شیخ کی مشکوٰۃ کی فارسی شرح اشعۃ اللمعات سے تو ہر خاص و عام نے فائدہ اٹھایا ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلاء میں شیخ کی اس شرح کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

"در سہولت تناول، و شرح غریب و ضبط مشکل و ذکر مسائل فقہ حنفی بے نظیر است و مزید شہرت و قبول وے مستغنی از بیان است۔"

شیخ عبدالحق محدث دھلوی کے خاندان میں علم حدیث کی خدمت کا سلسلہ دو سو سال تک برابر جاری رہا اور ان کے خاندان میں بہت سے شارحین و مدرسین علم حدیث پیدا ہوگئے جیسے شیخ نورالحق شارح صحیح بخاری جو خود ان کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور شیخ نورالحق کے پوتے شیخ سیف اللہ بن نوراللہ بن نورالحق صاحب اشرف الوسائل فی شرح الشمائل اور ان ہی کے دوسرے پوتے شیخ محب اللہ بن نوراللہ شارح صحیح مسلم اور محب اللہ کے فرزند اکبر شیخ فخرالدین شارح حصن حصین اور شیخ فخرالدین کے صاحبزادے محمد شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری اور شیخ الاسلام کے صاحبزادے سلام اللہ محدث رام پوری جنھوں نے موطا امام مالک کی دو ضخیم جلدوں میں نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ جو المحلی بحلی اسرار الموطا سے موسوم ہے۔ یہ شرح شاہ ولی اللہ صاحب کی مسوی اور مصفی دونوں شرحوں سے زیادہ جامع ہے۔ خاکسار کے پاس اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی مشہور شرح التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد کا سب سے بڑا ماخذ یہی محلی ہے اور حق یہ ہے کہ موطا کی ان تمام شروح میں جو متاخرین کے قلم سے نکلی ہیں۔ سوائے محدث عبدالباقی زرقانی مالکی کی شرح کے اور کوئی شرح جامعیت اور وسعت معلومات کے لحاظ سے اس شرح کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی کے خاندان کے علاوہ دوسرا خاندان جس نے سب سے زیادہ اس برصغیر میں علم حدیث کے فروغ و ترویج میں حصہ لیا وہ ولی اللّٰہی خاندان ہے۔ جس کا اعتراف نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلا میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تذکرہ میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

"خاندانِ ایشان خاندانِ علوم حدیث و فقہ حنفی است۔ خدمت ایں علم شریف چنانکہ ایں

اہل بیت بوجود آمدہ، دریں کشور از خانماں دیگر معلوم نیست"۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ۱۱۴۳ھ میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد کامل ایک سال تک حرمین شریفین میں علم حدیث کی تحصیل کی اور ۱۱۴۵ھ میں دلی واپس ہوئے۔ یہاں آکر انہوں نے اور ان کے بعد ان کی اولاد امجاد نے اس کی اشاعت میں ایسی سرگرمی دکھائی کہ آج کلکتہ سے لے کر پشاور تک ہندو پاک کے جس مدرسہ میں بھی قال الرسول کی صدا بلند ہے۔ اس کا سلسلۂ اسناد بالعموم حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔ حدیث میں شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف میں مصفی اور مسوی کے علاوہ جو انھوں نے فارسی و عربی میں موطا امام مالک کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء ایسی مفید اور قیمتی کتابیں ہیں کہ تمام عالم اسلام میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔
شاہ ولی اللہ صاحب مصالح و اسرار شریعت کے امام ہیں اور ان کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی و رازی کا کارنامے ماند۔ احادیث کے معانی و توجیہات میں ان کا مقام خطابی، بغوی اور نووی کے دوش بدوش ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں۔

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ طریقۂ جدیدہ بیان نمودہ اند، در تحقیق اسرار معرفت و غوامض علوم طرز خاص دارند، با ایں ہمہ علوم و کمالات از علماء ربانی اند، مثل ایشاں در محققان صوفیہ کہ جامع اند، در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند چند کس گذشتہ باشند"

(کلمات طیبات ص ۷۸ مجتبائی دہلی)

علم حدیث میں محدثین سندھ کی جو خدمات ہیں وہ بھی عالم آشکارا ہیں۔ محدث محمد عابد سندی کی المواہب اللطیفہ شرح مسند الامام ابی حنیفہ ایسی بہترین شرح ہے کہ فتح الباری کا مقابلہ کرتی ہے۔ شیخ ابو الحسن کبیر سندی کو یہ فخر حاصل ہے کہ انھوں نے صحاح ستہ کی ہر کتاب پر ایک مستقل حاشیہ لکھا ہے اور مسند احمد جیسی ضخیم کتاب پر ان کا حاشیہ اس کے علاوہ ہے۔ صحیح بخاری، سنن نسائی، وسنن ابن ماجہ پر ان کے شروح حواشی مصر میں بار بار طبع ہو چکے۔ اور صحیح مسلم کا حاشیہ ہندوستان میں مکرر طبع ہو چکا ہے۔ صحاح ستہ پر حافظ سیوطی نے بھی تعلیقات لکھی ہے اور ابو الحسن سندھی نے دونوں کا موازنہ کرکے دیکھ لیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ سیوطی کے یہاں غزر نقول موجود ہیں۔ اور علامہ سندھی نے بھی خود ان کی شروح سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جہاں نقل سے نہیں بلکہ عقل سے کام چلتا ہے اور فہم مراد اور توضیح مطلب کی باری آتی ہے وہاں

کس کا پلہ بھاری ہے۔ سیوطی کو بہت سے علوم میں اجتہاد کا دعویٰ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے علامہ سندی کی ان شروح کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ متعدد مقامات میں سیوطی نے اپنی معلومات کی روشنی میں حدیث کی کسی خاص توجیہ کی صحت سے انکار کیا ہے۔ اور علامہ سندھی نے اسی علم کی روشنی میں اس توجیہ کی صحت پر دلائل ثابت کر دی ہے۔ کاش علامہ سندھی کی یہ ساری شروح وتعلیقات چھپ کر منظرِ عام پر آجاتیں۔

اصول حدیث میں علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی کا متن بلغۃ الغریب فی مصطلح آثار الحبیب عرصہ ہوا کہ مصر سے طبع ہوکر شائع ہوچکا ہے۔ حال میں فاضل لکھنوی کی الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل اور الاجوبۃ الفاضلہ للاسئلۃ العشرۃ الکاملہ بھی شام سے طباعت کی بہترین خوبیوں کو لئے ہوئے نہایت عمدہ کاغذ پر طبع ہوکر آگئی ہیں۔ ان دونوں کتابوں کو ہمارے فاضل دوست محمد عبدالفتاح ابوغدہ نے جو دمشق کی یونیورسٹی میں علوم حدیث کے استاذ ہیں اپنی قیمتی تعلیقات وحواشی سے مزین فرمایا ہے۔ اور متعدد مقامات پر اپنے حواشی میں اس خاکسار کی تحقیقات کو جگہ دی ہے۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر کی جو شرح لکھی ہے۔ اس سے محدث حرم ملا علی قاری نے اپنی شرح نخبۃ میں بڑا استفادہ کیا ہے۔ علماء سندھ میں ملا اکرم سندھی کی امعان النظر اور شیخ ابوالحسن صغیر کی بہجۃ النظر شرح نخبہ کی بہترین شرحیں ہیں تحفۃ الفکر کتاب عرصہ ہوا کہ لاہور میں طبع ہوئی تھی۔

فقہ واصول فقہ

فقہ اصول فقہ غیر منقسم ہندوستان کے خاص علوم ہیں اور جتنی اس فن پر یہاں کے علماء کی تصنیفات ہیں اور فنون میں نہیں ہیں۔ اس فن پر یہاں کی بہت سی تصانیف کا ذکر صاحب کشف الظنون نے کیا ہے۔ فتاویٰ شروح اور حواشی کا ایک انبار ہے جو یہاں کے اہلِ قلم کا رہون منت ہے۔ ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، کنز الدقائق، درمختار ان میں سے ہر کتاب پر متعدد شروح و حواشی لکھے گئے ہیں۔ فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ عالمگیری کو جو شہرت عام نصیب ہوئی سب کو معلوم ہے۔ جب سے یہ کتابیں مدون ہوئیں۔ تمام عرب وعجم کے علماء ان سے مستفید ہو رہے ہیں۔ تاتارخانیہ کے حوالجات بحرالرائق میں بکثرت ہیں۔ فتاویٰ حمادیہ بہت زمانہ ہوا جب کلکتہ میں طبع ہوا تھا۔ یہ نہایت جامع فتاویٰ ہے۔ فتاویٰ غیاثیہ جو سلطان غیاث الدین بلبن کے نام سے معنون ہے۔ عرصہ ہوا۔ کہ مصر میں طبع ہوچکا ہے۔ فتاویٰ ابراہیم شاہیہ کے لئے صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ "کتاب کبیر من افخر الکتب کفاضی خان"۔ گویا ان کی نظر میں یہ فتاویٰ اپنی افادیت کے اعتبار سے فتاویٰ قاضی خان

کا مماثل ہے۔

اصول فقہ میں اصول بزدوی، منتخب حسامی، منار الاصول نسفی، توضیح، تلویح، تحریر الاصول، اصول شاشی وغیرہ پر بیسیوں شروح وحواشی لکھے گئے۔ جن میں ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ جو توضیح تلویح ہے مصر، استانبول اور ہندوستان میں بار بار طبع ہو چکا ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ منار کی جیسی عمدہ شرح نور الانوار ہے اور جو قبولیت اس کتاب کو نصیب ہوئی ہے وہ منار کی کسی اور شرح کو نہ ہو سکی۔ اصول فقہ میں ملا محب اللہ بہاری کی مسلم الثبوت کا متن ابن حاجب کی مختصر ابن ہمام کی تحریر الاصول اور قاضی بیضاوی کی منہاج الاصول سے چشمک زنی کرتا ہے۔

تصوف وسلوک تو یہاں کا خاص حصہ ہے۔ اس موضوع پر یہاں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے بارے میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں کی تصریح ابھی آپ کی نظر سے گذری۔ جس سرزمین سے مجدد الف ثانی کا ظہور ہوا ہو۔ ظاہر ہے کہ بیان حقائق میں اس کا کیا درجہ ہونا چاہیئے۔ قدیم کتابوں میں شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی کشف المحجوب تصوف کی نہایت اہم کتاب ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے ایک عالم نے فیض اٹھایا ہے۔ اور متاخرین کے سب سے بڑے مفسر علامۃ العراق محمود آلوسی کی روح المعانی میں جا بجا اس کے حوالے موجود ہیں۔ مکتوبات شریف کا ائکی اہمیت کے پیش نظر عربی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ جو مدت ہوئی کہ مصر میں طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبقات اس موضوع پر اپنی نظیر آپ ہے۔ بزرگوں کے ملفوظات اور مکتوبات کا ایک بے پایان سلسلہ ہے جو تصوف وسلوک کے بیان پر مشتمل ہے۔ ان کے علاوہ حقائق ومعارف، ادعیہ واذکار پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ فصوص الحکم ابن عربی، عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی، رسالہ مکیہ شیخ قطب الدین دمشقی، آداب المریدین شیخ ضیاء الدین سہروردی، رسالہ قشیریہ، لمعات عراقی، نزہتہ الارواح میر حسین غزنوی، لوائح جامی، جام جہاں نما۔ مرآت الحقائق، رسالہ تسویہ شیخ محب اللہ الہ آبادی، مثنوی مولانا رومی، حدیقہ حکیم سنائی، فتوح الغیب شیخ جیلانی وغیرہ بہت سی کتابوں پر یہاں کے علماء نے بیسیوں شروح وحواشی سپرد قلم کئے ہیں اور علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی کی اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین تو اس فن کی وہ کتاب ہے۔ کہ تمام عالم اسلام میں ایسی جامع اور مفصل کتاب آج تک اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب دس ضخیم جلدوں میں مصر سے طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے۔

عقائد وکلام میں اس فن کی تمام بنیادی کتابوں پر جیسے کہ فقہ اکبر، قصیدہ بدء الامالی، عقائد نسفیہ،

شرح تجرید اصفہانی، شرح عقائد عضدیہ دوانی، شرح عقائد نسفیہ تفتازانی، تہذیب الکلام، حاشیہ خیالی علی شرح العقائد، شرح مقاصد، شرح صحائف، شرح مواقف وغیرہ ہیں۔ یہاں کے علماء نے بڑی مفید اور محققانہ شرحیں لکھی ہیں۔ جن میں النبراس شرح شرح عقائد نسفیہ مولانا عبدالعزیز فرہاروی کی لاجواب کتاب ہے۔ اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ بر شرح عقائد و خیالی۔ مصر و قسطنطنیہ تک سے طبع ہو چکا ہے۔
رد نصاریٰ و ہنود اور دیگر فرق باطلہ کی تردید میں یہاں کے علماء نے بڑی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ پادری فنڈر کو جو دنیائے نصرانیت کا سب سے بڑا مناظر تھا شکست بھی یہیں کے مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے دی تھی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفہ اثنا عشریہ کا اس کی افادیت کے پیش نظر علامہ آلوسی نے اختصار کیا ہے اور وہ مصر سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

علوم ادبیہ میں نحو کے اندر قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی شرح ہندی کا غلغلہ عرصہ تک عالم اسلامی میں بلند رہا ہے۔ یہ کافیہ ابن حاجب پر قاضی صاحب موصوف کی شرح ہے۔ اور ملا جامی نے اسی کتاب کو سامنے رکھ کر اپنی شرح فوائد ضیائیہ لکھی ہے شرح ہندی پر بڑے بڑے اہل فن نے طبع آزمائی کی ہے۔ چنانچہ علامہ نوقانی، گازرونی، غیاث الدین منصور شیرازی وغیرہ علماء ایران نے اس پر حاشیے لکھے ہیں۔
علم صرف پر یہاں بعض ایسی مفید کتابیں لکھی گئیں ہیں کہ گویا اس فن کی جان ہیں جیسے سراج الدین عثمان اودھی کی میزان الصرف اور شیخ حمزہ بدایونی کی منشعب فی الصرف الکبیر اور شیخ علی اکبر کی فصول اکبری فارسی میں اور اصول اکبری عربی میں اور ہدایت الصرف بحر العلوم کی مفتی عنایت احمد صاحب کی علم الصیغہ کہ اپنی عہد تصنیف سے لے کر آج تک طلبہ میں متداول اور داخل درس ہیں۔
علم الاشتقاق میں اس فن کی سب سے بہترین کتاب مولوی کرامت حسین کنتوری کی فقہ اللسان ہے جو تین جلدوں میں مطبع نول کشور طبع ہو کر شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب غالباً تمام عالم اسلامی کی بہترین اور منفرد کتاب ہے۔ علم لغت کی صحیح اور جامع ترین کتابوں میں صحاح جوہری اور محکم ابن سیدہ کے بعد العباب الزاخر ہی کا شمار ہے جو امام رضی الدین حسن صاغانی لاہوری (المتوفی ۶۵۰ھ) کی تصنیف ہے۔ لغت عربی کی مشہور ترین کتاب القاموس المحیط کا سارا سرمایہ محکم ابن سیدہ اور العباب الزاخر ہی کا مرہون منت ہے اور علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی کی تاج العروس شرح قاموس کا جواب دنیائے عرب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ کتاب باریک ٹائپ کی دس ضخیم جلدوں میں مصر سے مکرر طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

علم بدیع میں میر غلام علی آزاد بلگرامی نے وہ وہ جولانیاں دکھلائی ہیں کہ یوں کہنا چاہیئے نئے سرے سے فن کو ایجاد کیا ہے۔ چنانچہ فن بدیع کی ستائیس ایسی نئی انواع ہیں جن کا علامہ بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں اضافہ کیا ہے۔

عروض و قافیہ میں ملا سعد اللہ مراد آبادی کی کتاب میزان الافکار شرح معیار الاشعار اس فن کی بڑی بڑی جامع کتاب ہے۔

شعر و ادب میں مقامات حریری، دیوان متنبی، دیوان حماسہ، سبعہ معلقہ، قصیدہ بانت سعاد، قصیدہ بردہ وغیرہ کی متعدد مفید شرحیں لکھی گئیں۔ قصیدہ بانت سعاد کی ایک شرح قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بھی مصدق الفضل کے نام سے لکھی جو واقعی ان کے فضل کی تصدیق کرتی ہے۔ کیونکہ اس شرح میں انھوں نے ہر شعر پر صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، عروض، قوافی سب سے تفصیلی بحث کی ہے یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

اب ہم اسی قدر اشارات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اگر علماء ہند و پاک کی ان تمام خدمات کا سرسری جائزہ بھی لیا جائے کہ جو انھوں نے تاریخ طبقات، سیر اور علوم فلسفہ و ریاضی کے سلسلہ میں انجام دی ہیں تو مضمون بڑا طویل ہو جائے گا۔ ہاں اخیر میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علوم و فنون کے جیسے دو دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) آج سے دو صدی قبل یہاں مرتب ہوئے ہیں۔ تمام عالم اسلامی میں نہ ہو سکے۔ ایک علامہ مولانا محمد اعلیٰ تھانوی کی کتاب کشاف اصطلاحات الفنون، جو چار ضخیم جلدوں میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے چھپ کر شائع ہوئی اور اب دوبارہ مصر میں چھپ رہی ہے اور دوسری علامہ عبد النبی احمد نگری کی دستور العلماء جو مع ضمیمہ کے چار جلدوں میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔